OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

پاکستانی معاشرے میں بدامنی کے بحران کا غیر سرکاری حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مکی عہد کا اختصاصی مطالعہ

The unofficial solution to the crisis of unrest in Pakistani society in the light of Seerat e Tayyiba: A specialized study of the Meccan period

Dr. Syed Mujeeb Ur Rehman
Lecturer, Department of Seerat Studies, Allama Iqbal Open University Islamabad
Email: syed.mujeeb@aiou.edu.pk

Abstract

This article explores non-governmental solutions to the security crisis in Pakistan in the light of the Prophet Muhammad's (ﷺ) life during the Makkan period. A crisis refers to a situation where individuals or societies face severe threats, which can be economic, political, or social. The Prophet's teachings provide guidance on navigating crises, emphasizing that trials are an inherent part of human life. The current state of Pakistan involves various crises, including political instability, economic weakness, and deteriorating security, leading to further socio-economic issues.The establishment of peace is fundamental, as demonstrated by the prayer of Prophet Ibrahim (علیہ السلام) for the sanctity of Makkah. The article discusses the inadequacy of state mechanisms to maintain order and explores how communities can independently work towards peace, especially when state power is either lacking or ineffective. The focus is on the historical initiatives like the "Hilf al-Fudul," a covenant formed in Makkah to support the oppressed, which exemplifies community-driven peace efforts. This examination aims to highlight methods for establishing peace based on the Prophet's teachings and historical practices.

Keywords: Peace in Pakistan, Unrest, Pakistani Society, Seerat

بحران سے مراد کسی فرد یا معاشرے کو درپیش ایسی صورتحال ہے جس میں فرد یا معاشرے کو شدید خطرات سے دوچار ہونا پڑے۔ بحران کبھی معاشی ہوتا ہے، سیاسی بھی ہو سکتا ہے، سماجی طور پر بھی کوئی فرد یا معاشرہ بحرانی کیفیت سے دوچار ہو سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں انسانیت کو ہر قسم کے حالات میں جینے کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے۔ بحران اور آزمائشیں انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ اقوام اور افراد اپنی انفرادی واجتماعی زندگی میں بحرانی کیفیت سے گزرتے رہتے ہیں۔ بحرانی کیفیت سے باہر نکلنے کے لئے مسلمان کو سیرت طیبہ سے راہنمائی لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پاکستانی معاشرہ اس وقت مختلف طرح کے بحرانوں سے گزر رہا ہے۔ یہاں سیاسی بحران بھی ہے، معیشت بھی کمزور ہے اور امن وامان کی صورتحال بھی مخدوش ہے۔ بدامنی کی وجہ سے معاشی، تعلیمی سمیت کئی طرح کے بحران جنم لیتے ہیں۔

امن انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ورحمت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں آبادی کی بنیاد رکھنے کے بعد اس مقدس سرزمین کے لئے سب سے پہلے امن کی دعا مانگی (البقرہ:126)۔ اللہ نے اس دعا کے طفیل اس سرزمین کو حرم قرار دے کر دائمی امن عطا

کر دیا۔انسان کی معیشت، صحت اور اس کی تمام تر روز مرہ سر گرمیوں کو معمول کے مطابق جاری رکھنے میں بنیادی کردار امن وامان کا ہے۔امن قائم کرنے کی بنیادی ذمہ داری ریاست کی ہوتی ہے۔پاکستان میں بوجوہ سرکاری مشینری مختلف علاقوں میں امن وامان قائم کرنے سے عاجز ہے۔اس صورتحال میں عوام اپنے طور پر امن وامان قائم کرنے کے لئے کیا کر سکتی ہے؟ نیز سیرت النبی ﷺ کے مکی باب سے اس مسئلے کی بابت کیا راہنمائی ملتی ہے۔اس سوال کی وضاحت کے لئے یہ مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔اس سے یہ راہنمائی بھی حاصل کی جاسکتی ہے کہ اگر کسی علاقے میں کسی خاص قوم کو ریاستی طاقت حاصل نہ ہو، یا ریاستی طاقت ہو لیکن وہ امن وامان برقرار رکھنے میں کامیاب نہ ہو، ایسی صورتحال میں اس معاشرے کے افراد اپنی مدد آپ کے تحت امن وامان کیسے قائم کر سکتے ہیں۔مقالہ میں زیر بحث مکی عہد کے واقعات کو انفرادی طور پر سیرت کی کتابوں میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ان واقعات سے حاصل ہونے والے دروس و عبر پر بھی اردو و عربی زبان میں محققین داد تحقیق دے چکے ہیں لیکن ان واقعات سے غیر سرکاری طور پر قیام امن کے لئے جد وجہد کرنے کا طریقہ کار اخذ کرنے پر کوئی کام نظر سے نہیں گزرا، اس خلا کو پر کرنے کے لئے یہ مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔

مکی عہد میں قیام امن کی غیر سرکاری کوششیں

اسلام سے قبل عربوں میں کسی مرکزی حکومت کا وجود نہیں تھا۔کوئی مرکزی قانون اور دستور نہ ہونے کی وجہ ان میں باہمی خانہ جنگیاں عام تھیں۔قرآن کریم ان کو جھگڑالو قوم کہا ہے۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِه قَوْمًا لُّدًّا (مریم:97)

ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں ہی آسان فرمادیا تاکہ تم اس کے ذریعے متقیوں کو خوشخبری دو اور جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے ڈرسناؤ۔

وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ–لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (الانفال:63)

اور اس نے مسلمانوں کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے تھے۔

عرب میں بدامنی عام تھی۔کسی کی جان محفوظ تھی نہ کسی کا مال۔مکہ مکرمہ کا شمار عرب کے ان خطوں میں ہوتا تھا جو شہری اور منظم سمجھے جاتے تھے۔یہاں بھی کسی مرکزی حکومت کا وجود نہیں تھا۔مختلف معاملات کے حل کے لئے مکہ مکرمہ میں کچھ مناصب اور عہدے مقرر تھے۔ان میں بعض عہدے بنو خزاعہ کے زمانے سے چلے آرہے تھے اور کچھ کا اضافہ نبی کریم ﷺ کے جد امجد قصی بن کلاب نے کیا تھا۔ان مناصب کا تعلق دو قسم کے معاملات سے تھا۔۔ایک قسم کے مناصب کا تعلق بیت اللہ سے تھا، اور دوسری قسم کے مناصب لڑائیوں اور جنگوں کے معاملات کی دیکھبھال کے لئے تھے۔ابتداء میں حجابۃ، دارالندوۃ، لواء، سقایۃ، رفادۃ اور قیادت [1] یہاں کے اہم مناصب تھے۔جو قصی کی اولاد کے پاس رہے [2]۔بعد میں ان مناصب میں اضافہ ہوا، ان میں دیات وحملات، سفارۃ، مشورۃ، القبۃ، الحکومۃ، اور الایسار [3] نامی نئے مناصب بھی متعارف کرائے گئے جن کی نگرانی قریش کے مختلف قبائل کے پاس تھی۔ان مناصب کو مآثر بھی کہا جاتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے

حجابۃ اور سقایۃ کو برقرار رکھا اور باقی تمام مناصب کو ختم فرمادیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آگاہ رہو کہ جاہلیت کے تمام مآثر میرے قدموں کے نیچے ہیں، سوائے سقایۃ اور سدانۃ کے [4]

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے اہم مناصب میں کسی ایسے منصب کا ذکر نہیں ملتا جس کا امن وامان قائم کرنے میں بنیادی نوعیت کا کردار ہو، جو بلا تفریق مظلوم کی مدد کرے۔ معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہی امن وامان اور نظم ونسق کے قیام کا سبب ہوتا ہے۔ ظلم کے خاتمے اور مظلوم کی دادرسی کے لئے مکہ مکرمہ میں کوئی باقاعدہ ادارہ نہیں تھا۔ جرگے، سفارت اور فیصلے نمٹانے کے مناصب موجود تھے، جو بنو تیم اور بنو عدی کے پاس تھے۔ لیکن ان مناصب کا اپنا ایک دائرہ کار تھا۔ امن عامہ کا قیام، بلا تفریق ظالم کا پیچھا کرنا اور ہر مظلوم کی دادرسی کرنے کے لئے مرکزی سطح پر کوئی ادارہ نہیں تھا۔ مظلوم کی مدد کرنے کا معیار قبائلی تعارف تھا۔ قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کے افراد کے تحفظ کا ذمہ دار تھا۔ اگر کوئی پردیسی یا سماجی طور پر کمزور شخص ظلم کا شکار ہوجائے تو اس کی دادرسی کرنے کے لئے سرکاری فورم نہیں تھا۔ ان حالات میں مکہ مکرمہ میں قیام امن کے لئے قبائلی اور انفرادی سطح پر کوششیں ہوتی رہیں۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جارہا ہے۔

ا۔ حلف الفضول کے فورم پر قیام امن کی جدوجہد:

مکہ کے قدیم دور میں بنو جرہم نے باہم ایک معاہدہ کیا تھا جس میں بلا تفریق مظلوم کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا[5]، لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ یہ فورم غیر فعال ہوچکا تھا۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ مکہ مکرمہ کا امن وامان بحرانی کیفیت سے دوچار تھا۔ ان حالات میں حلف الفضول کے عنوان کے تحت ایک ایسے فورم کا قیام عمل میں آیا جس نے بلا تفریق مظلوم کی مدد کرنے کا دعویٰ کیا۔ امن وامان کے بحران میں یہ فورم مظلوموں کے لئے روشنی کی ابتدائی کرن ثابت ہوا۔ ریاستی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے یہ فورم نجی طور پر متحرک ہوا۔

1.1 حلف الفضول کا محرک:

یہ معاہدہ ذی القعدہ ۵۸۶ء میں ہوا تھا۔ قدیم مصادر سیرت میں اس معاہدے کا کوئی مخصوص محرم مذکور نہیں ہے۔ ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حرب الفجار سے واپسی پر قریش نے حلف الفضول کا معاہدہ باہم کیا[6]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حرب الفجار کے بعد مکہ مکرمہ کا امن وامان کافی متاثر ہوا تھا، کسی ایسے مرکزی ادارے کا وجود نہیں تھا جو مرکزی سطح پر امن وامان کا قیام کرکے نظم ونسق کو بہتر بناسکے تو کچھ نامور سرداروں نے باہم مل کر حلف الفضول کا پلیٹ فارم تشکیل دیا تاکہ اس فورم کے تحت امن عامہ کے قیام کی کوشش کی جاسکے۔ گویا کہ حلف الفضول کا بنیادی محرک حرم میں برپا ہونے والا ظلم تھا جو بعض نیک دل سرداروں سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے ظلم وستم کا یہ سلسلہ ختم کرنے کا عزم کیا۔ مورخین اور سیرت نگاروں کی عبارات سے اس کی تائید ہوتی ہے:

سببه أن قريشا كانت تتظالم بالحرم، فقام عبد الله بن جدعان ،والزّبير بن عبد المطلب فدعوا قومهم إلى التحالف على التناصر، والأخذ للمظلوم من الظالم، فأجابوهما، وتحالفوا في دار عبد الله بن جدعان[7]

حلف الفضول کا سبب یہ تھا کہ قریش نے حرم میں ظلم کا بازار گرم کررکھا تھا، تو عبداللہ بن جدعان اور زبیر بن عبدالمطلب اس سلسلے کو روکنے کے لئے اٹھ

کھڑے ہوئے،انہوں نے اپنی قوم کو باہمی مدد اور ظالم سے مظلوم کے حق کی وصولیابی کا حلف اٹھانے کے لئے بلایا، لوگوں نے ان کی پکار کا جواب دیا،اور سب نے عبداللہ بن جدعان کے گھر میں باہم معاہدہ کیا۔

یہی بات ابن الجوزی(م:597)نے بھی لکھی ہے [8]۔

برصغیر کے معروف سیرت نگار شبلی نعمانی(م:1914)نے بھی یہی سبب بیان کیا ہے،ان کی عبارت ملاحظہ ہو:

لڑائیوں کے متواتر سلسلے نے سیکڑوں گھرانے برباد کر دیے تھے اور قتل وسفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی۔[9]

اس معاہدے کا معروف سبب اکثر مصنفین یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک زبیدی شخص مکہ مکرمہ تجارت کی غرض سے آیا۔اس نے عاص بن وائل سے کوئی معاملہ کیا۔عاص بن وائل مکہ مکرمہ کا باثر شخص تھا۔اس نے زبیدی کا حق دینے سے انکار کیا۔زبیدی نے حق وصول کرنے کی خاطر اپنے حلیفوں سے رابطہ کیا۔چنانچہ وہ بنو عبدالدار، بنو مخزوم، بنو جمح، بنو عدی بن کعب اور بنو سہم کے پاس گیا، لیکن عاص بن وائل کے مقابلے میں کوئی اس کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہوا، بالآخر صبح کے وقت جب کہ اہل مکہ کعبہ کے قریب اپنی مجالس میں تھے۔جبل ابو قبیس پر کھڑے ہو کر منظوم فریاد کی۔نبی کریم ﷺ کے چچا جناب زبیر بن عبدالمطلب اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔قریش کے نامور قبائل بنو ہاشم، تیم بن مرہ اور زہرہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے۔اور مظلوم کی مدد کرنے کا معاہدہ کیا[10]۔

ایک اور واقعہ اس سلسلے میں بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ قیس بن شبۃ السلمی نامی شخص نے ابی بن خلف کو کوئی چیز فروخت کی، ابی نے اس کا حق دینے سے انکار کیا، قیس نے بنو جمح سے فریاد کی لیکن انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کیا۔مجبور ہو کر قیس نے منظوم فریاد میں تمام اہل حرم کو مخاطب کیا۔تو حضرت عباس اور ابو سفیان اس کی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کا حق اس کو دلوایا۔پھر قیس کے لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے مکہ مکرمہ میں ظلم کے خاتمے اور مظلوم کی دادرسی کا معاہدہ کیا۔یہ دیکھ کر قریش کے بعض لوگوں نے کہا کہ واللہ یہ تو بہترین حلف ہے۔اس سے اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا۔[11]۔

اس تمام تر تفصیل کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں رائج ظلم وستم کے خاتمے اور بلا تفریق مظلوم کی مدد کرنے کے لئے کچھ نیک دل مکی سرداروں نے حلف الفضول کے عنوان سے یہ فورم تشکیل دیا تھا۔

1.2 حلف الفضول کی وجہ تسمیہ:

مکہ مکرمہ کے اولین متولی قبیلہ بنو جرہم کے تین بزرگوں۔فضل بن حارث، فضل بن وداعہ، اور فضیل بن فضالۃ نے مکہ مکرمہ کے قدیم دور میں مظلوموں کی دادرسی کے لئے باہمی معاہدہ کیا تھا[12]۔چونکہ ان تینوں میں لفظ "فضل" مشترک تھا۔اسلئے اس حلف کا نام "حلف الفضول" پڑ گیا۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ معاہدہ مظلوم کو مالی تحفظ دینے کے لئے ہوا، مال کو فضل کہا جاتا ہے اسلئے اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا۔چنانچہ

ایک روایت میں اس معاہدے کا مقصد یہ بیان کیا گیا:

رَدُّ الْفُضُولِ إِلَى أَهْلِهَا

حقدار کو اس کا حق دلا یا جائے[13]۔

1.3۔حلف الفضول میں رسول اللہ ﷺ کی شرکت:

بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سماجی طور پر متحرک زندگی گزاری۔ آپ ﷺ خلق خدا کی خدمت گیری میں کوشاں رہتے تھے۔ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جب قریش کے معززین نے جمع ہو کر یہ فورم تشکیل دیا تو رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شامل تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ ایک رائے جو محمد بن حبیب الہاشمی سے منقول ہے، یہ ہے کہ یہ فورم نزول وحی سے پانچ برس قبل تشکیل دیا گیا[14] گویا کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر پینتیس برس تھی۔ لیکن پہلا نقطہ نظر زیادہ معروف ہے۔ نبی کریم ﷺ اس میں شریک ہوئے بلکہ اس شرکت پر آپ ﷺ بعد میں مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ درج ذیل روایات ملاحظہ ہوں:

- میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اس معاہدے کے وقت موجود تھا۔ مجھے اس معاہدے سے اس قدر لگاؤ ہے کہ اس کے عوض سرخ اونٹ بھی قبول نہیں کرونگا۔ اگر کوئی آج بھی اس معاہدے کی نسبت سے مجھے مدد کے لئے بلائے تو میں اس کی مدد کو جاؤنگا[15]۔
- عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی نوعمری کے زمانے میں اپنے چچاؤں کے ساتھ حلف المطیبین[16] میں شریک تھا۔ مجھے سرخ اونٹوں کے عوض بھی اس معاہدے کو توڑنا گوارا نہیں[17]۔

1.4۔حلف الفضول کا متن:

اس معاہدے میں انہوں نے جو باتیں باہم طے کی تھیں، سیرت نگاروں نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام (م:213ھ) لکھتے ہیں:

فتحالقوا و تعاقدوا أن لايجدوا بمكة مظلوما من أهلها أو من غيرهم من سائر الناس الا قاموا معه" وه كانوا على من ظلمه حتى ترد عليه مظلمته[18]

انہوں نے حلف اٹھایا اور باہم طے کیا کہ کوئی شخص چاہے مکہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہو، اس پر ظلم نہیں ہونا چاہئے، اور اگر ایسا ہوا تو وہ سب مظلوم کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اور جب تک اس کو حق نہ مل جائے وہ ظالم کے خلاف بر سر پیکار رہیں گے۔

ابن سعد (م:230ھ) لکھتے ہیں:

فَتَعَاقَدُوا وَتَعَاهَدُوا بِاللَّهِ الْقَائِلِ: لَنَكُونَنَّ مَعَ الْمَظْلُومِ حَتَّى يُؤَدَّى إِلَيْهِ حَقُّهُ مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوفَةً. وَفِي التَّآسِي فِي الْمَعَاشِ. فَسَمَّتْ قُرَيْشٌ ذَلِكَ الْحِلْفَ حِلْفَ الْفُضُولِ[19]

انہوں نے اللہ کے نام پر عہد کر کے یہ طے کیا کہ ہم مظلوم کو حق دلانے کے لئے اس وقت تک اس کے ساتھ رہیں گے جب تک سمندر سیپیاں بھگوتا رہے۔ اور روزگار کے معاملات میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ قریش نے اس کو حلف الفضول کا نام دے دیا۔

ابن کثیر (م:774ھ) لکھتے ہیں:

فَتَعَاقَدُوا وَتَعَاهَدُوا بِاللَّهِ: لَيَكُونُنَّ يَدًا وَاحِدَةً مَعَ الْمَظْلُومِ عَلَى الظَّالِمِ حَتَّى يُؤَدِّيَ إِلَيْهِ حَقُّهُ مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوفَةً وَمَا رَسَّى ثَبِيرٌ وَحِرَاءُ مَكَانَهُمَا، وَعَلَى التَّأَسِّي فِي الْمَعَاشِ فَسَمَّتْ قُرَيْشٌ ذَلِكَ الْحِلْفَ حِلْفَ الْفُضُولِ،[20]

انہوں نے اللہ کے نام پر عہد کر کے یہ طے کیا کہ ہم مظلوم کو حق دلانے کے لئے اس وقت تک اس کے ساتھ رہیں گے جب تک سمندر سیپیاں بھگوتا رہے۔اور روزگار کے معاملات میں صبر و برداشت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ قریش نے اس کو حلف الفضول کا نام دے دیا۔

درج بالا عبارات کی روسے اس معاہدے کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔مظلوم کی مدد بلا تفریق کی جائے گی۔

2۔مکہ مکرمہ میں امن وامان کا قیام یقینی بنایا جائے گا۔

3۔مظلوم کی مدد کو ترجیحی اور مستقل بنیادوں پر انجام دیا جائے گا۔۔

1.5۔حلف الفضول کی اثر انگیزی:

حلف الفضول مکہ کی تاریخ کا ایک موثر پلیٹ فارم تھا۔اس فورم سے متعدد مظلوموں کی دادرسی کی گئی۔ذیل میں اس کی اثر انگیزی کے چند واقعات نقل کئے جارہے ہیں:

ا۔اس معاہدے کا اولین فائدہ اس معاہدے کے سبب بننے والے زبیدی مظلوم کو ملا۔ چنانچہ جب اس کی فریاد پر حلف الفضول معاہدہ عمل میں آیا تو معاہدے کے شرکاء اس کے ساتھ عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس کا حق ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ان کے مطالبے پر عاص بن وائل کو زبیدی کا حق ادا کرنا پڑا۔[21]

۲۔ایک شخص ثمالتہ سے مکہ مکرمہ آیا اور ابی بن خلف کے ساتھ کوئی مالی معاملہ کیا۔ابی بن خلف نے اس کے حق کی ادائیگی سے انکار کیا۔اور اس کو برا بھلا کہا۔اس شخص نے حلف الفضول کا دروازہ کھٹکھٹایا، یعنی ان لوگوں کے پاس گیا جنہوں نے حلف الفضول کا معاہدہ کر رکھا تھا۔انہوں نے اس کو کہا کہ ابی بن خلف کے پاس جاؤ، اور اس کو خبر دو کہ تم ہمارے پاس آئے تھے، اگر اس نے تمہارا حق ادا کر دیا تو ٹھیک ہے ورنہ دوبارہ ہمارے پاس آنا۔وہ شخص ابی بن خلف کے پاس گیا اور اس کو اطلاع دی کہ میں حلف الفضول کے اصحاب کے پاس گیا تھا انہوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر مجھے حق نہ ملا تو ان کے پاس واپس جاؤں، تو ابی بن خلف نے اس کا حق اس کو ادا کر دیا[22]۔

۳۔بنو خثعم کا ایک شخص اپنی بیٹی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں عمرے کی نیت سے آیا، اس کی بیٹی حسن وجمال میں یکتا تھی۔نُبیہ بن حجاج نامی شخص نے اس کو اغواء کیا۔اس کے والد نے لوگوں سے فریاد کی کہ اس شخص کے ظلم سے مجھے کون نجات دلائے گا، کسی نے اس کو حلف الفضول سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔وہ کعبہ کے پاس کھڑا ہوا، اور حلف الفضول کا نام لے کر فریاد کی۔اس کی آواز سن کر حلف الفضول سے وابستہ افراد مسلح ہو کر آئے اور کہا کہ تمہیں مدد پہنچ گئی، اب بتاؤ کہ تمہیں کیا مسئلہ درپیش ہے۔اس نے نُبیہ کے ظلم کا حال سنایا۔وہ سب اس کے ساتھ مل

کر نبیہ کے دروازے پر گئے، اور اس کو بلا کر کہا کہ اس شخص کی بیٹی واپس کرو، تم جانتے ہو کہ ہم کون ہیں اور ہم نے کن باتوں پر باہمی معاہدہ کیا ہے۔ نُبیہ نے کہا کہ میں لڑکی واپس کر دونگا لیکن مجھے اس کے ساتھ ایک رات گزارنے کا موقع دیا جائے۔ انہوں نے سختی سے انکار کیا۔ بالآخر نُبیہ کو وہ لڑکی اسی وقت اس کے والد کے حوالے کرنا پڑی[23]۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے مکہ مکرمہ میں نظم و نسق کی بحالی میں اس حلف کا اہم کردار تھا۔ اس کی بدولت ظالم اپنی حد میں رہنے پر مجبور تھا۔

۴۔ اسلام کے بعد بھی اس حلف کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا حسین اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے درمیان کسی مالی معاملے میں تنازعہ ہو گیا۔ ولید اس زمانے میں مدینہ کا گورنر تھا۔ اپنی حکومت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے سیدنا حسین کا حق ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ سیدنا حسین نے فرمایا۔ میرا حق ادا کرو۔ بصورت دیگر میں اپنی تلوار اٹھاؤ نگا۔ اور مسجد رسول اللہ ﷺ میں آکر حلف الفضول کی مناسبت سے اپنا حق طلب کرونگا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر وہاں بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ وہ کہنے لگے۔ اگر سیدنا حسین نے حلف الفضول کی بنیاد پر حق طلب کیا۔ تو میں ان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اپنی تلوار اٹھاؤ نگا۔ اور یا تو ان کا حق ان کو مل کر رہے گا، یا ہم سب اس کی خاطر جان دے دیں گے۔ مسور بن مخرمہ زہری اور عبدالرحمن بن عثمان تیمی نے بھی انہی عزائم کا اظہار کیا۔ جب ان معاملات کی خبر ولید کو پہنچی تو اس نے سیدنا حسین کے حق کی ادائیگی کر دی[24]۔

2۔ تعمیر کعبہ کے وقت بحرانی صورتحال میں نبی کریم ﷺ کا طرز عمل:

بیت اللہ اس روئے زمین پر تجلیات الٰہی کے نزول کا مرکز ہے۔ اس کی اولین تعمیر فرشتوں نے کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر تشریف آوری کے بعد اس کی تعمیر فرمائی۔ قرآن کریم میں بیت اللہ کی تعمیر کی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، یہ بیت اللہ کی تیسری تعمیر تھی جو اللہ تعالیٰ کے دو برگزیدہ انبیاء نے فرمائی۔ یہی تعمیر قریش کے زمانے تک باقی تھی۔ قریش کے زمانے میں بیت اللہ کی دیواریں انسانی قد سے کچھ اونچی تھیں اور چھت نہیں تھی۔ بیت اللہ کے اندر ایک کنواں تھا جس میں وہ مال رکھا جاتا تھا جو لوگ بطور نذر کے پیش کرتے تھے۔ چوری کے متعدد واقعات کے بعد قریش نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کرنے اور چھت ڈالنے کا ارادہ کیا[25]۔ بعض روایات کے مطابق ایک خاتون بیت اللہ کو دھونی دینے حاضر ہوئی، اس عمل کے دوران چنگاری اڑنے سے بیت اللہ کی دیواروں پر لٹکے کپڑے کو آگ لگ گئی۔ آگ پھیلتی گئی، جس سے عمارت کو نقصان پہنچا۔ بیت اللہ پہاڑوں کے دامن میں نشیب میں تھا۔ ارد گرد کے پہاڑوں سے بارش کے بعد پانی آجاتا تھا۔ آگ کے واقعہ کے بعد عمارت کمزور ہو گئی تھی، اس کے بعد جب سیلابی پانی آیا تو عمارت کو مزید نقصان پہنچا[26]۔ اس کی تلافی کے لئے از سر نو تعمیر ناگزیر تھی۔ اسی دوران ایک رومی بحری جہاز حادثہ کا شکار ہو کر شُعیبہ[27] کے ساحل پر آپہنچا۔ اہل مکہ نے اس جہاز کی لکڑیاں بیت اللہ کی چھت میں استعمال کے لئے حاصل کر لیں۔ مکہ مکرمہ میں ایک قبطی بڑھئی تھا، اس کے فن سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا[28]۔ غرق شدہ بحری جہاز میں بھی کوئی کاریگر باقی بچ گیا تھا، اس کو بھی اس تعمیر میں شریک کرنے پر آمادہ کر لیا گیا۔ تعمیر کے لئے قریش نے اپنی مختلف برادریوں کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ھبل نامی بت کے پاس قرعہ اندازی کی۔ باب کعبہ کا حصہ بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں

آیا۔ بنو عبد الدار، بنو اسد اور بنو عدی کے حصے میں شامی جانب حجر کا متصل حصہ آیا۔ بنو سہم، بنو جمح اور بنو عامر کو کعبہ کا عقبی حصہ ملا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنو مخزوم اور بنو تیم کو دیا گیا[29]۔

بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کے لئے قدیم تعمیر کے باقی ماندہ حصے کو منہدم کرنا ضروری تھا لیکن خوف کی وجہ سے کوئی انہدام کا آغاز کرنے کو تیار نہیں تھا۔ سب سے پہلے ولید بن مغیرہ مخزومی نے اس کام کا آغاز کیا۔ اس نے دیوار پر کدال چلائی۔ جب اس پر کوئی آفت نہ آئی اور وہ تندرست ہی رہا تو اہل مکہ کو یقین ہو گیا کہ اس کام کے لئے ہمیں اذنِ خداوندی حاصل ہے، چنانچہ وہ تعمیر کے کام میں مصروف ہو گئے۔ یہ طے کیا گیا کہ نئی تعمیر میں حرام ذرائع سے حاصل شدہ کمائی کو استعمال نہیں کیا جائے گا۔ قریش کے تمام قبائل نئی عمارت کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ تعمیر کے مراحل خوبی کے ساتھ مکمل ہوتے گئے۔ جب حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے کا مرحلہ آیا تو نزاع شروع ہو گیا۔ ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یہ سعادت ان کو نصیب ہو۔ اختلاف بڑھتا رہا، قریب تھا کہ ان میں لڑائی شروع ہو جائے، ایک دفعہ لڑائی شروع ہو جاتی تو طویل زمانے تک خونریزی یقینی تھی۔ مختلف قبائل نے اس مقصد کی خاطر مرنے کی قسمیں کھالیں۔ ان حالات میں ابوامیہ نامی ایک بوڑھے سردار نے ان کو مشورہ دیا کہ اب جو شخص مسجد میں داخل ہو، اس کو اس لڑائی میں فیصل بنالو، اور اس کے فیصلے پر راضی ہو جانا۔ اس پر سب نے اتفاق کر لیا۔ یہ طے ہو جانے کے بعد سب سے پہلے مسجد میں نبی کریم ﷺ داخل ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔ آپ ﷺ کو لوگوں نے دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہ امین ہیں، ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک چادر منگوا کر حجر اسود اس میں رکھا اور تمام قبائل کے نمائندگان کو بلا کر یہ چادر اٹھانے کو کہا، جب حجر اسود رکھنے کی باری آئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کر دیا[30]۔ نبی کریم ﷺ کی حکمت عملی کی بدولت قریش ایک خونریز لڑائی سے بچ گئے اور مکہ مکرمہ کا امن خراب ہونے سے محفوظ رہا۔ اس طرح اہل مکہ اس بحرانی صورتحال سے باہر نکلے۔

3۔ مواخاتِ مکہ:

نبی کریم ﷺ نے جب اسلام کی دعوت کا اعلان کیا تو ابتداء میں جن حضرات نے اس دعوت پر لبیک کہا، ان کو اپنے خاندانوں اور برادریوں کی جانب سے شدید رد عمل کا سامنا کرنا پڑا۔ رشتہ دار مخالف ہو گئے۔ گھر والوں نے مقاطعہ کر لیا یا ظلم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے۔ قبائلی نظام میں برادری کا اعتماد حاصل ہونے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہی اعتماد تحفظ کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ جب یہ اعتماد اور خاندان کی پشت پناہی نہ رہی، اس سے ابتداء میں مسلمان ہونے والے حضرات کے لئے مشکلات میں اضافہ ہوا۔ ان کی جان اور مال غیر محفوظ ہو گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ تنہائی کی آزمائش سے بھی ان کو گزرنا پڑا کیونکہ اہل خاندان میں سے کوئی ان کا ہمدرد اور غمگسار باقی نہ رہا۔ بدامنی اور تنہائی کے اس بحران سے صحابہ کرام کو باہر نکالنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان مکہ مکرمہ میں مواخات کروائی۔ یہ پہلی مواخات ہے۔ دوسری دفعہ مواخات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس پہلی مواخات کا بنیادی مقصد صحابہ کرام کو ایک دوسرے کی غمگساری میں آسانی فراہم کرنا تھا۔ محمد بن حبیب بغدادی نے اس مواخات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

اخی بینهم علی الحق والمواساة وذلک بمکه[31]

رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان باہمی ہمدردی و تعاون کی بنیاد پر بھائی چارہ کروایا۔ اور یہ بھائی چارہ مکہ مکرمہ میں کروایا گیا تھا۔

اس مواخات میں جن حضرات کو باہمی تعلق میں جوڑا گیا ان میں سے اکثر حضرات کا تعلق قریش سے ہی تھا۔ بعض ان میں عرب کے دیگر خطوں سے اور کچھ حضرات بیرون عرب سے بھی تعلق رکھتے تھے جو مکہ مکرمہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ایک قبیلے کے دو افراد کی بجائے مختلف قبائل کے دو دو حضرات کے درمیان مواخات کروائی گئی۔ اس مواخات کی اہمیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے مکی مسلمانوں کو ایک تنظیم میں جوڑا گیا۔ عموما ارباب سیر کے ہاں اس مواخات کا ذکر نہیں ملتا۔ ابن ہشام نے اس کا ذکر نہیں کیا، اس لئے ان کی اقتداء میں بعد کے اکثر سیرت نگار بھی اس کا ذکر نہیں کرتے۔ محمد بن حبیب بغدادی اور ابن سید الناس نے اس مواخات کا وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اردو زبان میں پہلی دفعہ اس مواخات کی تفصیلات ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی نے بیان کیں۔ مکی مواخات: اسلامی معاشرے کی اولین تنظیم کے عنوان سے ان کا مقالہ تحقیقی مجلے معارف اعظم گڑھ سے 1997 میں شائع ہوا۔ مواخات مکہ کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو مکمل طور پر روکنا تو ممکن نہ تھا لیکن اس مواخات کی وجہ سے ان کو ہمدرد اور غمگسار ضرور مل گیا تھا۔

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ میں بدامنی کے بحران پر قابو پانے کے لئے سرکاری طاقت کی عدم موجودگی میں غیر سرکاری سطح پر کوششیں کی گئیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ طریقہ کار پسند تھا۔ آپ ﷺ بنفس نفیس اس میں شریک بھی رہے۔ ان واقعات سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ مکہ مکرمہ میں امن وامان کے قیام کے لئے غیر سرکاری فورم قائم کیا گیا تھا۔ جس کو حلف الفضول کا نام دیا گیا۔

۲۔ مکہ مکرمہ میں امن وامان کے قیام کے لئے باہمی گفت و شنید سے بھی کام لیا گیا تھا۔ جیسا کہ تعمیر کعبہ کے وقت امن وامان کو قائم رکھنے اور بدامنی کے بحران سے بچنے کے لئے سرداروں نے باہم گفت و شنید کے ذریعے ایک فیصلہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس فیصلے کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے اسی گفت و شنید کے ذریعہ کو استعمال فرمایا۔ اس طرح مکہ مکرمہ کا امن وامان برقرار رہا۔

۳۔ امن وامان سے محروم لوگ باہم مضبوط تعلقات کے ذریعے بھی اپنی جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنا سکتے ہیں۔ جیسا کہ مواخاتِ مکہ سے ہمیں راہنمائی ملتی ہے۔

موجودہ پاکستانی معاشرے میں بدامنی کے بحران کے حل کی تجاویز:

وطن عزیز پاکستان میں امن وامان کی صورتحال مخدوش ہے۔ بعض علاقوں میں رات کے اوقات میں شہریوں کے جان ومال جرائم پیشہ افراد کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ سرکاری مشینری بوجوہ اس صورتحال پر قابو پانے میں ناکام ہے۔ عوام کو اپنے طور پر اپنی املاک وجان کی حفاظت کا انتظام کرنا ناگزیر ہو چکا ہے۔ مکی عہد میں بدامنی کے بحران پر قابو پانے کے واقعات کی روشنی میں پاکستانی معاشرے میں غیر سرکاری سطح پر بدامنی کے بحران پر درج ذیل تجاویز پر عمل درآمد کر کے قابو پایا جا سکتا ہے:

۱۔ کمیونٹی پولیسنگ (Community policing) :

پولیس کے ساتھ امن وامان کے قیام کے لئے عوامی تعاون کو کمیونٹی پولیسنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اس ماڈل کو بروئے کار لایا جارہا ہے۔ پاکستان میں بعض علاقوں میں عوام کی جانب سے ریاستی اداروں کے ساتھ قیام امن کے لئے تعاون کی عملی شکلیں موجود ہیں۔ خیبر پختونخواہ کے علاقے لکی مروت میں نوجوانوں نے ایک تنظیم بنا رکھی ہے جو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ قیام امن کے لئے عملی جدوجہد کرتی ہے۔ یہ تنظیم وقتاً فوقتاً جرائم پیشہ افراد کی بیخ کنی کے لئے علاقے میں گشت بھی کرتی ہے۔ اس نظام کو ترویج دینے کی ضرورت ہے۔ جن علاقوں میں سرکاری ادارے افرادی قوت میں کمی یا کسی اور وجہ سے امن و امان کے قیام میں کامیاب نہ ہوں، وہاں عوامی سطح پر قیام امن کے لئے سرکاری اداروں اور پولیس کے ساتھ تعاون کے لئے کسی فورم کا قیام عمل میں لایا جانا چاہیے۔

۲۔ مقامی رضاکار حفاظتی تنظیمیں:

جن علاقوں میں سرکاری مشینری اپنا کام پوری طرح نہ کر پائے، وہاں کی عوام کو محلے اور کالونیوں کی سطح پر ایسی تنظیموں کے قیام پر غور کرنا چاہئے جو آئینی حدود میں رہتے ہوئے رضاکارانہ طور پر علاقے میں قیام امن کو یقینی بنا سکیں۔ جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ شکنی اس تنظیم کی سطح پر کی جائے۔ اس مقصد کے لئے مختلف طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔ کراچی میں بڑھتی ہوئی وارداتوں کے بعد ایک قبائلی خاندان کے جرگے نے یہ طے کیا تھا کہ اگر ہماری برادری کا کوئی فرد جرم کرتا ہوا پکڑا گیا تو ہم اس کی کسی قسم کی حمایت نہیں کریں گے، اس کا جنازہ تک پڑھنے پر پابندی عائد کی گئی۔ اس طرز فکر کو کچھ ناگزیر اصلاح کے بعد ملک کے دیگر خطوں تک پھیلایا جا سکتا ہے۔

حلف الفضول کے فورم کی تاریخ اور اثر انگیزی کا مطالعہ کر کے اپنے علاقوں میں قیام امن کے لئے علاقے کے معتبر و بااثر افراد پر مشتمل ایسے فورمز تشکیل دیئے جا سکتے ہیں جو قیام امن میں اپنا کردار ادا کریں۔ ظالم کو قانون کے شکنجے میں لانے کے لئے اپنا اثر رسوخ استعمال کریں اور مظلوم کی مدد کے لئے اپنی سماجی حیثیت کو کام میں لائیں۔

۳۔ مفاہمتی فورمز:

علاقائی سطح پر ایسے فورمز تشکیل دیئے جا سکتے ہیں جو لوگوں کے تنازعات میں مفاہمتی کردار ادا کر سکیں۔ ان فورمز کے اراکین ایسے منتخب کئے جائیں جو مفاہمت کے ملکی و شرعی قوانین سے آگہی رکھتے ہوں۔ اس طرح علاقائی سطح پر جھگڑوں اور لڑائیوں میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

۴۔ باہمی اخوت ویگانگت کو فروغ:

ایسے علاقے جہاں بدامنی اپنے عروج پر ہو، وہاں خاندانی سطح سے ہٹ کر لوگوں کے درمیان اخوت و یگانگت کے تعلقات کو فروغ دینا چاہئے۔ خاندان بھی اندرونی طور پر مستحکم ہو اور بیرون خاندان بھی فرد کا مظبوط رابطہ ہو، تاکہ ہر سطح پر اس کے دکھ کا مداوا ہو سکے اور ظالم کے خلاف صف آراء ہونے میں اس کو مدد مل سکے۔

۵۔ عوامی آگہی مہم:

لوگوں میں امن کی قدر و قیمت اجاگر کرنے کے لئے آگہی مہم عوامی سطح پر شروع کی جاسکتی ہے۔اس مقصد کے لئے ابلاغ کے دستیاب ہر نوع کے ذرائع بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔اس مہم کا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگوں میں امن کی قدر اور ظلم و بدامنی کے خلاف نفرت کے جذبات اجاگر ہوں گے۔ ظالم بھی اس مہم سے متاثر ہو کر ظلم سے توبہ تائب ہو سکتا ہے۔

خلاصہ:

اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ امن کسی بھی معاشرے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حکومت کا بنیادی کام عوام کو امن فراہم کرنا ہے لیکن اگر حکومت ایسا نہ کر سکے تو عوام کو قیام امن کے لئے غیر سرکاری طور پر جدوجہد کرنی چاہئے۔اس جدوجہد کے لئے سیرت طیبہ کے مکی زمانے کے چند واقعات کو سامنے رکھنا چاہئے۔حلف الفضول، تعمیر کعبہ اور مواخات مکہ مکی زمانے کے ایسے نمایاں واقعات ہیں جن سے غیر سرکاری طور پر قیام امن کے لئے راہنما اصول حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں اکثر مقامات پر سرکاری مشینری قیام امن میں خاطر خواہ کامیاب نہیں رہتی۔ایسے علاقوں میں عوام غیر سرکاری طور پر اجتماعی و انفرادی سطح پر قیام امن کی جدوجہد کر سکتے ہیں۔

حوالہ جات

[1] حجابۃ کو سدانۃ اور عمارۃ بھی کہا جاتا تھا،اس سے مراد بیت اللہ کی چابی اور دیگر تعمیراتی ذمہ داریاں تھیں، یہ منصب بنو عبدالدار کے پاس تھا،جب اسلام کی کرنیں مکہ میں آئیں تو اس وقت یہ ذمہ داری عثمان بن طلحہ کے پاس تھی۔۔دارالندوۃ سے مراد وہ مخصوص مکان تھا جہاں قریش جمع ہو کر مشاورت کیا کرتے تھے، یہ ذمہ داری قصی کی اولاد میں سے بنو عبدالعزیٰ کے پاس تھی، ابتدائے اسلام کے زمانے میں یہ زید بن زمعہ کے پاس تھی۔لواء اس جھنڈے کو کہا جاتا تھا جو جنگ پر جاتے وقت نصب کیا جاتا تھا، یہ بنو امیہ کے پاس رہی، اسلام جب آیا تو ابو سفیان بن حرب اس منصب پر فائز تھے۔سقایۃ سے مراد حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری تھی، یہ بنو ہاشم کے پاس رہی، طلوع اسلام کے وقت حضرت عباس اس منصب پر فائز تھے، قصی نے قریش کو حاجیوں کو کھانا کھلانے پر مامور کیا تھا جس کے لئے قریش کے تمام قبائل فنڈز مہیا کرتے تھے اس شعبے کو رفادۃ کہا جاتا تھا، یہ شعبہ بنو نوفل بن عبد مناف کے پاس تھا، جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو یہ ذمہ داری حارث بن عامر کے پاس تھی ۔دیکھئے ازرقی، اخبار مکہ، ص109/1 نیز ملاحظہ ہو: ابن عاشور، محمد طاہر، تفسیر التحریر والتنویر، ص181/6

[2] ازرقی، ابوالولید محمد بن عبداللہ، اخبار مکہ وما جاء فیھا من الآثار (بیروت: دارالاندلس للنشر، س ن) ص109:1

Azraqi, Abu al-Walid Muhammad bin Abdullah, Akhbar Makkah wa ma Ja'a fiha min al-Athar (Beirut: Dar al-Andalus lil-Nashr, n.d.) p. 109/1

[3] الدیات والحملات نامی شعبے کے تحت مقتولوں کی دیت اور دیگر مالی معاوضوں کی جمع آوری اور ان سے متعلقہ فیصلے تھے۔ یہ شعبہ بنو تیم کے پاس تھا، اسلام کے ابتدائی زمانے میں حضرت ابو بکر صدیق اس منصب کے حامل تھے۔ مختلف قبائل کے مابین صلح کروانے کا منصب سفارۃ کہلاتا تھا۔اس منصب کا حامل سفیر کہلاتا تھا، یہ منصب بنو عدی کے پاس تھا۔ حضرت عمر اس کے ذمہ دار تھے۔الاعنۃ اور القبۃ سے مراد ایک قبہ یا خیمہ تھا جس کے تحت قریش جنگ کے لئے جمع ہوتے تھے۔ یہ بنو مخذوم کے پاس تھا۔ یہ قصی کا چچازاد قبیلہ تھا۔اسلام کے ابتدائی زمانے میں حضرت خالد بن ولید اس کے ذمہ دار تھے۔الحکومۃ واموال الآلھۃ سے مراد وہ شعبہ تھا جس کے تحت حرم اور احرام کی پابندیاں توڑنے والوں سے جرمانے کی وصولیابی اور وہ جانور جن کو بتوں کے لئے خاص کیا جاتا تھا ان سے حاصل شدہ آمدن کا حساب رکھنا ہوتا تھا یہ شعبہ بھی قصی کے چچازاد قبیلے بنو سہم کے پاس تھا۔اس کے ذمہ دار حارث بن قیس تھے۔ایسار نامی شعبے کی عملداری میں جوئے کے تیر تھے جو بیت اللہ

میں رکھے جاتے تھے۔ یہ بنو جمع کے پاس تھا۔ یہ قصی کا چچازاد قبیلہ تھا۔ اس کے ذمہ دار صفوان بن امیہ تھے۔ (ملاحظہ ہو التحریر والتنویر، حوالہ سابق)

[4]ابن عاشور، التحریر والتنویر، ص182/6 نیز ملاحظہ ہو، ابوداؤد، السنن، باب فی دیۃ الخطا شبہ العمد

Ibn Ashour, al-Tahriir wa al-Tanweer, p. 182/6
Abu Dawood, al-Sunan, Bab fi Diya al-Khata Shabah al-Amad

[5]ابن قتیبہ، المعارف، ص226/1

Ibn Qutaybah, al-Ma'arif, p. 226/1

[6]ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص103/1

Ibn Sa'd, al-Tabaqat al-Kubra, p. 103/1

[7]ابن قتیبہ الدینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم، المعارف (قاہرہ: الھیئۃ المصریہ العامہ للکتاب، ط ثانیہ ۱۹۹۲) ص604/1

Ibn Qutaybah al-Dinuri, Abu Muhammad Abdullah bin Muslim, al-Ma'arif (Cairo: al-Hay'ah al-Masriyah al-'Ammah lil-Kitab, 2nd ed. 1992) p. 604/1

[8]ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمٰن، الوفا باحوال المصطفیٰ (ریاض: الموسسۃ السعدیۃ، س ن) ص225/1

Ibn al-Jawzi, Abu al-Faraj Abdul Rahman, al-Wafa bi-Ahwal al-Mustafa (Riyadh: al-Mu'assasah al-Sa'diyyah, n.d.) p. 225/1

[9]شبلی نعمانی، سیرۃ النبی (اعظم گڑھ: مطبع معارف، ط ۲۰۰۳) ص129/1

Shibli Na'umani, Sirat al-Nabi (Azamgarh: Matba'a Ma'arif, 2003) p. 129/1

[10]السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ط اولی ۱۴۲۱ھ) ص47/2

al-Suhaili, Abu al-Qasim Abdul Rahman bin Abdullah, al-Rawd al-Anf fi Sharh al-Sirah al-Nabawiyyah li Ibn Hisham (Beirut: Dar Ahya' al-Turath al-'Arabi, 1st ed. 1421 AH) p. 47/2

[11]ابن قتیبہ، المعارف، ص226/1

Ibn Qutaybah, al-Ma'arif p. 226/1

ابن قتیبہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاہدہ قبیلہ قیس کے لوگوں نے کیا تھا۔ اور قریش نے اس کو اچھی نگاہ سے دیکھا تھا۔ لیکن یہ غیر معروف روایت ہے۔ معروف روایت یہی ہے کہ اس معاہدے کے محرک اول جناب زبیر بن عبدالمطلب تھے۔

[12]حوالہ سابق

ibid

[13]الفاکہی، ابوعبداللہ محمد بن اسحاق المکی، اخبار مکہ فی قدیم الدھر وحدیثہ (بیروت: دار خضر، ط ثانیہ ۱۴۱۴ھ) ص276/3

Al-Fakihi, Abu Abdullah Muhammad bin Ishaq al-Makki, Akhbar Makkah fi Qadim al-Dahr wa Hadithah (Beirut: Dar Khidr, 2nd ed. 1414 AH) p. 276/3

[14]ابن قتیبہ، المعارف، ص227/1

Ibn Qutaybah, al-Ma'arif, p. 227/1

[15]ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص103/1

Ibn Sa'd, al-Tabaqat al-Kubra, p. 103/1

[16]مطیبین عبد مناف، وزھرۃ، واسد بن عبدالعزی، وتیم، والحارث ابن فھر کو کہا جاتا ہے۔ انہوں نے بنو عبدالدار سے بیت اللہ سے متعلقہ کچھ مناصب زبردستی لینے کا ارادہ کیا۔ اور اس مقصد کے لئے باہمی معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کو حلف المطیبین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خوشبو کے پیالے میں ہاتھ ڈال کر معاہدہ کیا تھا۔ بعد میں لڑائی کی نوبت نہ آئی اور ان کے درمیان صلح ہو گئی۔ دیکھئے ابن قتیبہ، المعارف، ص604/1 نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ص132/1
روایت میں حلف المطیبین میں نبی کریم ﷺ کی شرکت کا ذکر ہے حالانکہ یہ معاہدہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے قبل کا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلف الفضول کو ہی یہاں حلف المطیبین کے نام سے ذکر فرمایا۔ حلف المطیبین میں جو قبائل شامل تھے وہ حلف الفضول میں بھی تھے شاید اس مناسبت

سے نبی کریم ﷺ نے اس کو حلف المطیبین کہا ہو، نیز چونکہ حلف الفضول مکہ کے ماحول میں امن کی خوشبو پھیلانے کے لئے معرض وجود میں آیا تھا ممکن ہے اس کی اس صفت کے پیش نظر اس کو حلف المطیبین سے یاد فرمایا ہو۔

[17] احمد بن حنبل، امام، مسند، مسند عبدالرحمٰن بن عوف، رقم ۱۶۵۵

Ahmad bin Hanbal, Imam, Musnad, Musnad Abdul Rahman bin Awf1655 رقم ,

[18] ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، طثانیہ ۱۳۷۵ھ) ص134/1

Ibn Hisham, Abdul Malik, al-Sirah al-Nabawiyyah li Ibn Hisham (Misr: Sharikat Maktabah wa Matba'ah Mustafa al-Babi al-Halabi, 2nd ed. 1375 AH) p. 134/1

[19] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص103/1

Ibn Sa'd, al-Tabaqat al-Kubra, p. 103/1

[20] ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، (دار ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، ط اولی ۱۴۱۸ھ) ص457/3

Ibn Kathir, Abu al-Fida Ismail bin Umar, al-Bidayah wa al-Nihayah (Dar Hijr lil-Tiba'ah wa al-Nashr wa al-Tawzi' wa al-I'lan, 1st ed. 1418 AH) p. 457/3

[21] حوالہ سابق، ص457/3

IBID: p. 457/3

[22] ابن حبیب، المنمق فی اخبار قریش، ص ۵۴

Ibn Habib, al-Munmiq fi Akhbar Quraish, p. 54

[23] سہیلی، الروض الانف، ص47/2

Suhaili, al-Rawd al-Anf, p. 47/2

[24] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ص135/1

Ibn Hisham, al-Sirah al-Nabawiyyah, p. 135/1

[25] ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق، بیروت: دار الفکر، اولی، 1978، ص103/1

Ibn Ishaq, Muhammad bin Ishaq, Sirah Ibn Ishaq (Beirut: Dar al-Fikr, 1st ed. 1978) p. 103/1

[26] ابن الضیاء، محمد بن احمد، تاريخ مكة المشرفة والمسجد الحرام والمدينة الشريفة والقبر الشريف، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط دوم 2004، ص96/1

Ibn al-Diya, Muhammad bin Ahmad, Tārikh Makkah al-Mukarramah wa al-Masjid al-Haram wa al-Madinah al-Sharifah wa al-Qabr al-Sharif (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2nd ed. 2004) p. 96/1

[27] مکہ مکرمہ کا ساحل جدہ سے پہلے شُعیبہ تھا۔

[28] ابن اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق، ص104/1

Ibn Ishaq, Sirah Ibn Ishaq, p. 104/1

[29] ابن الضیاء، تاریخ مکۃ، ص96/1

Ibn al-Diya, Tārikh Makkah, p. 96/1

[30] ابن اسحاق، السیرۃ لابن اسحاق، ص107-108/1

Ibn Ishaq, al-Sirah li Ibn Ishaq, p. 107-108/1

[31] ابن حبیب، محمد، کتاب المحبر، حیدرآباد دکن، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ط1942، ص70

Ibn Habib, Muhammad, Kitab al-Muhabbir (Hyderabad Deccan: Dairet al-Ma'arif al-Islamiyyah, 1942) p. 70